بحث ونظر

محفوظ مآخذِ دین

اسلام کی ایک عظیم خصوصیت

مولانا محمد جرجیس کریمی

دنیا کے دیگر ادیان و مذاہب کے مقابلے میں دین اسلام کے خصائص اور امتیازات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی فہرست تیار کی جائے تو ان میں اس دین کے مآخذ کی محفوظیت کا معاملہ سرفہرست ہوگا۔یعنی اسلام کے بنیادی مآخذ ومراجع (قرآن وحدیث) پوری طرح محفوظ اور قابلِ اعتماد ہیں۔قرآن جیسے اور جتنا نازل ہوا تھا ویسے اور اتنا موجود ہے اور اس میں کسی انسانی کوشش سے تحریف وترمیم ممکن نہیں ہوسکی ہے، جب کہ دیگر مذاہب کے بنیادی مآخذ، جیسے توریت، انجیل، وید، پُران وغیرہ میں تحریف وترمیم اور حذف واضافہ کے بارے میں ناقابلِ تردید ثبوت و دلائل موجود ہیں۔اسی طرح احادیثِ رسول کی حفاظت کے سلسلے میں جو اہتمام امتِ مسلمہ نے کیا ہے وہ دنیا کی کسی قوم نے اپنے پیغمبر کے اقوال وارشادات کو محفوظ رکھنے میں نہیں کیا ہے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ اسلام کی عظیم خصوصیت ہے۔

ذیل میں اس موضوع کا کسی قدر تفصیلی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

قرآنی دعویٰ

قرآن اپنے بارے میں جہاں یہ دعویٰ کرتا اور اس پر دلائل فراہم کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے وہیں اس نے اس کا بھی دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ ویسے ہی محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اس کے نازل کرنے والے نے لے رکھا ہے، اس لیے یہ کتاب ضائع ہوسکتی ہے نہ کسی انسانی

کوشش سے اس میں تحریف وترمیم کی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ (الحجر:۹)

اس ذکر (قرآن) کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (حٰمٓ السجدۃ:۴۲)

باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ. إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ. فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (القیامۃ:۱۶-۱۹)

اے نبیؐ، اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں تو اس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو۔ پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

یہ قرآن مجید کی محفوظیت پر دلالت کرنے والی چند آیات ہیں۔ آگے اس کے مزید دلائل پیش کیے جائیں گے۔ یہاں اس تعلق سے ایک روایت نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کر کے فرمایا:

وانزلت علیک کتابا لا یغسله المآء [1]

اور میں نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو پانی سے دھل کر مٹ نہیں سکتی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سینوں میں محفوظ رہے گا۔ وہ فنا نہیں ہوسکتا، بلکہ صدیاں گزرنے کے باوجود باقی رہے گا۔[2]

یہود ونصاریٰ کی مذہبی کتب کی تحریفات

ایک طرف تو قرآن مجید نے اپنے محفوظ ہونے کا اعلان کیا ہے، دوسری طرف یہ بھی صراحت کی ہے کہ اس سے پہلے کی مذہبی کتابیں محفوظ نہیں رہیں اور انسانی تحریفات

کی وجہ سے وہ قابلِ اعتماد نہیں رہ گئی ہیں۔ یہاں اس سلسلے کے دو ایک حوالے دیے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (البقرۃ:۷۵)

(اے مسلمانو) اب کیا ان لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمھاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے، حالاں کہ ان میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴿۷۹﴾ (البقرۃ:۷۹)

ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے، تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کرلیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت ہے۔

بائبل میں تحریفات کی تائید وتوثیق علماءِ اہلِ کتاب کے ان بیانات سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے اپنی مختلف تصنیفات میں درج کیے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (ایڈیشن ۱۹۴۶ء) کے مضمون 'بائبل' کا مصنف لکھتا ہے:

''اناجیل میں ایسے نمایاں تغیرات دانستہ کیے گئے ہیں۔ جیسے بعض پوری پوری عبارتوں کو کسی دوسرے ماخذ سے لے کر کتاب میں شامل کر دینا...... یہ تغیّرات صریحاً کچھ ایسے لوگوں نے با مقصد کیے ہیں جنھیں اصل کتاب کے اندر شامل کرنے کے لیے کہیں سے کوئی مواد مل گیا اور

وہ اپنے آپ کو اس کا مجاز سمجھتے رہے کہ کتاب کو بہتر یا زیادہ مفید بنانے کے لیے اس کے اندر اپنی طرف سے اس مواد کا اضافہ کر دیں...... بہت سے اضافے دوسری صدی ہی میں ہوگئے تھے اور کچھ نہیں معلوم کہ ان کا ماخذ کیا تھا''۔[۴]

ایک دوسرے ممتاز مسیحی عالم سی۔ جی کیڈوکس اپنی کتاب 'حیات مسیح' میں لکھتے ہیں:

''اناجیل اربعہ وہ واحد ذریعہ ہونے کے باوجود جن کے ذریعہ (عیسائی عقائد و تعلیمات کے) اس خاکے میں رنگ بھرا جاسکتا ہے جو دوسرے ذرائع سے ہمیں حاصل ہوتا ہے ان (اناجیل اربعہ) کا مواد سند و اعتبار کے لحاظ سے نہایت مختلف فیہ اور مشتبہ ہے۔ ان (اناجیل اربعہ) میں بے یقینی اور ظن و تخمین کی کیفیت اس طرح رچی بسی ہوئی ہے کہ (ایک محقق کے لیے) اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تحقیق و تجسّس ترک کر کے یہ اعتراف کر لیا جائے کہ انجیل کو کلام الٰہی ثابت کرنے کا یہ کام ناممکن ہے''۔[۵]

بائبل کے استناد کے بارے میں اور بھی متعدد ممتاز عیسائی علماء نے شبہ کا اظہار کیا ہے۔ یونائیٹڈ کالج بریڈفورڈ کے پرنسپل ریورنڈ رای۔ گرفتھ جونز۔ بی اے، ڈی ڈی اپنے ایک مضمون 'انجیل۔ اس کا مفہوم اور اس کا مقصد' میں لکھتے ہیں:

''دوسری بات یہ ہے کہ بائبل اپنی موجودہ صورت میں ادب کا ایک ایسا نمونہ ہے جس میں لاتعداد افراد نے اصلاح و ترمیم کی ہے۔ ہر مرتب نے اپنے سے قبل موجود مواد میں پوری آزادی کے ساتھ حذف و ترمیم اور قطع و برید کی ہے اور اکثر یہ ترامیم نہایت بھونڈے انداز میں کی گئی ہیں''۔[۶]

توریت یہود کی مذہبی کتاب ہے۔ اس کے بارے میں خود ان کے درمیان

اختلاف ہے کہ اصل توریت وہ ہے جو سامریوں کے پاس ہے یا وہ ہے جو دیگر عام یہودیوں کے پاس ہے۔ علامہ ابن حزم نے اس اختلاف کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

اول ذلک ان بایدی السامریة توراة غیر التوراة التی بایدی سائر الیهود یزعمون انها المنزلة ویقطعون ان التی بایدی الیهود محرّفه مبدّلة وسائر الیهود یقولون ان التی بایدی السامریة محرّفة مبدّلة۔ ۷

پہلی بات یہ ہے کہ سامریوں کے پاس جو توریت ہے وہ اس کے علاوہ ہے جو دیگر یہود کے پاس ہے۔ اسے یہ لوگ منزل من اللہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عام یہود کے پاس موجود توریت محرف اور تبدیل شدہ ہے۔ اس کے برعکس عام یہود سامریوں کی توریت کو محرف و تبدیل شدہ قرار دیتے ہیں۔

آگے علامہ موصوف نے تفصیل سے مثالوں اور دلائل کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ توریت میں کیا تحریفات ہوئی ہیں اور کیا تضادات پائے جاتے ہیں۔ ۸ آخر میں لکھتے ہیں:

هنا انتهی ما اخرجناه من توراة الیهود وکتبهم من الکذب الظاهر والمناقضات اللائحة التی لاشک معه فی انها کتب مبدّلة محرّفة مکذوبة وشریعة موضوعة مستعملة من اکابرهم، ولم یبق بایدیهم بعد هذا شئ اصلاً ولا بقی فی فساد دینهم شبهة بوجه من الوجوه۔ ۹

یہاں تک ہم نے یہ بحث کی ہے کہ یہود کی توریت اور ان کی دیگر کتب میں جھوٹ و تضادات ظاہر و باہر ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی کتابیں محرّف اور تبدیل شدہ اور ان کی شریعت جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہے۔ یہ چیز ان کے اکابر سے منتقل ہوئی ہے اور آج ان کے ہاتھوں میں جو توریت موجود ہے اس میں کہیں کوئی اصلیت باقی نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ان کے دین میں فساد واقع ہو جانے میں کوئی شبہ باقی نہیں ہے۔

اقتباسات بالا میں توریت کی تحریفات کا حوالہ آیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ انجیل

ان سے خالی ہے۔ علامہ موصوف نے انجیل میں جو تحریفات ہوئی ہیں ان کا بھی بالتفصیل جائزہ لیا ہے اور مثالوں اور دلائل کے ذریعہ انھیں ثابت کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

ونقول ان كفار بنى اسرائيل بدّلوا التوراة والزبور فزادوا و نقصوا وابقى الله تعالىٰ بعضها حجة عليهم كما شاء وبدل كفار النصارىٰ الانجيل كذلك فزادوا ونقصوا وابقى الله تعالىٰ بعضها حجة عليهم كماشاء۔[10]

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح کفار بنی اسرائیل نے توریت اور زبور میں تبدیلیاں کیں اوران میں حذف واضافہ کیا ان میں سے بعض چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف حجت کے لیے باقی رکھا۔ اسی طرح کفار نصاریٰ نے انجیل میں تبدیلیاں کیں اور اس میں حذف و اضافہ سے کام لیا۔ اس میں سے بعض چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ اس نے چاہا ان کے خلاف حجت کے لیے باقی رکھ دیا۔

امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ’الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح‘ میں تفصیل سے جائزہ لیا ہے کہ انجیل میں کیسی تحریفات کی گئی ہیں اور کس طرح صحیح دین کی تعلیمات میں تبدیلیاں کر کے ایک نیا دین گھڑا گیا ہے۔ اس تعلق سے مذکورہ کتاب کے چند ذیلی عناوین ملاحظہ کر لینا کافی ہے۔

فصل فى بطلان قياس كتبهم على القرآن۔(۳/۲)

فصل فى ان الغلط إنما وقع فى الترجمة(۱۶/۲)

فصل فيما حدث فى التوراة من تغيير (۱۸/۲)

فصل فيما حديث فى الانجيل من تبديل(۲۰/۲)

فصل فى كيفية التغيير الذى حدث فى الانجيل(۲۶/۲)

امام موصوف نے ٹھوس دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ توریت، انجیل اور زبور محرّف شدہ کتب ہیں۔ ان میں اللہ کے کلام اور انسانوں کے کلام کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے۔

ہندومت کی مذہبی کتابیں اور ان کا استناد

ہندو مذہب کا شمار دنیا کے قدیم مذاہب میں ہوتا ہے۔ آج بھی دنیا کے کئی ممالک میں اس کے ماننے والے موجود ہیں۔ جیسے ہندوستان، نیپال، سری لنکا، بھوٹان وغیرہ اور ان کی تعداد بلاشبہ کروڑوں میں ہے۔ اس مذہب کا مذہبی ادبی لٹریچر بھی کافی وسیع ہے، بلکہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اس کے پاس کثیر تعداد میں بنیادی مذہبی کتب موجود ہیں۔ ان میں چند کے نام یہ ہیں: وید، پران، سمرتی، مہابھارت، اپنشد، بھگوت گیتا، رامائن اور شاستر وغیرہ۔ ان کتب میں ہندو عقیدے کے مطابق وید کو ازلی تصور کیا جاتا ہے۔ باقی دیگر کتب کی ترتیب و تدوین کا انتساب انسانی شخصیات کی طرف کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ذیل میں صرف وید پر مختصر تبصرہ درج کیا جاتا ہے۔

وید کا تعارف

وید کے معنیٰ ہیں اس چیز کو جان لینا جو معلوم نہ ہو، ہندوؤں کے نزدیک وید وہ کلام ہے جو برہما کے منہ سے نکلا ہے۔ وید میں اوامر و نواہی اور ترغیب و ترہیب کے مضامین ہیں۔ وید کا لکھنا شروع میں جائز نہیں سمجھا جاتا تھا اس لیے وہ بارہا ضائع ہو چکی ہے۔ موجودہ وید کو پراشر کے بیٹے بیاس نے از سرِ نو تیار کیا ہے، پھر کشمیر کے ایک پنڈت بسکر کشمیری نے اس کو قلم بند کیا اور اس کی شرح لکھی۔ کہا جاتا ہے کہ وید کو بیاس نے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے جن کے الگ الگ نام ہیں۔ ریگ وید، یجر وید، سام وید، اتھرو وید۔[۱۱]

ہندو مذہب کے ماننے والے وید کی ازلیت اور قدامت کے دعوے دار ہیں۔ مگر ایک ہندو مصنف پروفیسر اناش چندر اوت رقم طراز ہیں:

> ”ایک ہندو، جسے پہلے پہل سنسکرت لٹریچر سے متعارف کرایا جائے، یہ دیکھ کر پریشانی محسوس کرے گا کہ متضاد مطالب اور موضوعات پر مختلف مستند کتابیں ہیں، لیکن ان سب کا نام وید یا سمرتی ہے۔ یہ اس لیے کہ

ویداپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے کسی خاص کتاب کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ نام ہے دو ہزار سال کے طویل عرصہ پر پھیلے ہوئے لٹریچر کا۔ چونکہ یہ لٹریچر مظہر ہے اس علمی تگ و دو کے حاصل کا جسے ہندوستان کے رہنے والوں نے مختلف اطراف و جوار میں اس قدر طویل عرصے میں جمع کیا۔ اس لیے اسے لازماً متضاد عناصر کا مجموعہ ہونا چاہیے"۔

۱۲

ایک دوسرے مصنف سوامی شروانند اسسٹنٹ سکریٹری رام کرشن مٹھ اینڈ مشن فرماتے ہیں:

"وشنو پران کے بیان کے مطابق اصل وید ابتداءً رشیوں پر الہام کیے گئے تھے۔ ان میں ایک لاکھ اشلوک اور چار حصے تھے۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ یہ حصے گڈمڈ ہو گئے اور وید کا بہت بڑا حصہ تاریکی میں غائب ہو گیا"۔۱۳

سوامی شروانند مزید فرماتے ہیں: اندرونی شہادت سے بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ دوسرے سمتہاؤں (ویدوں) میں رگ وید کے بعض حصوں کو کم و بیش کر کے اور بڑا کر کے بیان کر دیا گیا ہے۔ یجروید اور سام وید معمولی اضافوں اور تبدیلیوں کے ساتھ رِگ وید کے قابل لحاظ حصوں پر مشتمل ہیں ...... اتھروید، جو سب سے آخری وید ہے، اس میں بھی رگ وید کے بہت سے منتر ہیں۔ خود "تریائی" کا لفظ جو ویدک کتابوں کی نشان دہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس بات کو واضح کرتا ہے کہ وید اصل میں تعداد کے اعتبار سے صرف تین تھے اور اتھروید بعد کا اضافہ ہے......۔۱۴

رگ وید کی بیس شاکھاؤں میں سے صرف شاکل شاکھا ہی رائج ہے، باقی شاکھائیں اب نہیں ملتیں۔ شاکل شاکھا کے آخری منتر اور باشکل سنگھتا کے آخری رچا میں فرق پایا جاتا ہے، منتروں کی تعداد مساوی نہیں۔ شاکل میں صرف ۱۰۱۷ سوکت ہیں، جب کہ باشکل میں ۱۰۲۵۔ مشکل یجروید کی دو خاص شاکھاؤں میں ۱۱۱ منتروں کا فرق پایا جاتا ہے۔ کرشن یجروید کی ۸۵ شاکھاؤں میں سے آج صرف ۴ شاکھائیں ملتی ہیں۔ سام

وید کی ۱۵۰۴ ارچائیں رگ وید سے لی گئی ہیں۔ پرانوں کے مطابق سام وید کی تعداد (؟) ایک ہزار تھی اس وقت صرف تیرہ کے نام ملتے ہیں۔ جن میں تین ہی محفوظ رہ سکے ہیں۔ ویدوں میں منتروں کی تکرار بھی پائی جاتی ہے۔ یجروید کے کل منتروں کی تعداد دیانند کے نزدیک ۱۹۷۵ ہے تو ساتو لیکر کے نزدیک ۱۴۰۰، شیوشنکر کے نزدیک ۱۹۸۷ اور سوامی ہری پرشاد کے نزدیک ۱۰۰۰۔ سب سے زیادہ تحریف سام وید میں ہوئی ہے۔ اجمیر میں شائع شدہ سام وید کے منتروں کی تعداد ۱۸۲۴ ہے، تو جیوانند کے مطبوعہ نسخہ میں ۱۸۰۸، پنڈت شیوشنکر آریہ کے نزدیک منتروں کی تعداد ۱۵۴۹ ہے اور پنڈت ولیکر کے نزدیک صرف ۷۰ ہے، انھوں نے شائع شدہ ویدوں میں تحریفات کی مثالیں پیش کی ہیں۔ منتروں کے علاوہ قدیم نسخوں میں اختلافِ الفاظ کی بھی کثرت ہے۔ پروفیسر وہٹی نے ساین بھاش کے اتھروید کا دوسرے قلمی نسخوں سے مقابلہ کیا تھا تو انھیں پہلے ہی کانڈ میں تین سو سے زائد اختلاف ملے۔[۱۵]

خلاصہ یہ ہے کہ ہندومت کی بنیادی کتاب وید محفوظ اور قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس کا اعتراف بہت سے ہندو محققین نے کھلے عام کیا ہے۔

پارسیوں کی مذہبی کتاب اور اس کا استناد

دنیا کے قدیم مذاہب میں پارسی مذہب کا بھی شمار ہوتا ہے اس کے بانی زردشت کا زمانہ ۵۸۵ء تا ۶۶۰ء قبل مسیح مانا جاتا ہے۔ اس کی بنیادی مذہبی کتاب ''ژند''[۱۶] ہے۔ یہ کتاب زردشت کے عہد سے ہی نادر الوجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ژند کے پچیس ابواب تھے، اب صرف انیسواں باب 'دندیدار' پایا جاتا ہے۔ ژند کے بعد اس کا درجہ پاژند[۱۷] نے حاصل کرلیا۔ لیکن سکندر ماکڈونی کی فتحِ ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہوگئی۔ سکندر کے بعد تین سو سال تک طوائف الملو کی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا تب ژند و پاژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی اور اس کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا۔ لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلایا تب دساتیر کو بھی ختم

کر دیا گیا۔ مانی کے بعد مزدک نے اپنا مذہب ایجاد کیا اور اس نے پارسیوں کی مذہبی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ و نابود کر دیا۔۱۸

دنیا کے اہم اور مشہور مذاہب کے مآخذ و مراجع کی محفوظیت سے متعلق اس مختصر تبصرے کے بعد آیئے دیکھیں کہ اسلام کے مآخذ و مراجع یعنی قرآن و حدیث کی حفاظت کی کیا تاریخی کوششیں ہوئی ہیں۔

جمع و تدوینِ قرآن

دوسری سماوی کتب کے برعکس قرآن کا نزول چونکہ تدریجاً تیئس سال کے عرصہ میں ہوا ہے۔ لہٰذا یہ سوال پیدا ہونا فطری ہے کہ قرآن کی حفاظت اور اس کی جمع و تدوین کا کام کب اور کیسے انجام پایا؟ اس کی تفصیلات سے قطع نظر یہاں بعض مستند نصوص کو پیش کیا جاتا ہے جن سے حفاظتِ قرآن کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔

عہدِ نبوی میں جب تک قرآن کا نزول ہوتا رہا اس کی کتابت و حفاظت نبی کریم ﷺ نے براہ راست اپنی نگرانی میں کرائی اور نازل شدہ ہر آیت کو متعلقہ سورت میں درج کرایا۔ حفاظتِ قرآن کے آخری درجے کے اہتمام کے پیشِ نظر ہی آپؐ نے اپنے ارشادات و اقوال کو ضبطِ تحریر میں لانے سے منع کر دیا تھا تاکہ آیاتِ قرآنی سے وہ خلط ملط نہ ہوں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتکتبوا عنّی ومن کتب عنّی غیر القرآن فلیمحه۔۱۹	مجھ سے صادر ہونے والا کوئی کلمہ سوائے قرآن کے نہ لکھا کرو اور اگر کسی نے لکھا ہو تو وہ اس کو مٹا دے۔

آپ کی یہ ممانعت نزول قرآن کے اول دور میں تھی بعد میں آپؐ نے اس کی اجازت دے دی تھی چنانچہ متعدد صحابہ نے آپ کی احادیث کو ضبط تحریر میں لا کر ان کے مجموعے تیار کر لیے تھے۔

کتابتِ قرآن کے تعلق سے حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

أرسل إليّ ابوبکرؓ قال انک کنت تکتب الوحی لرسول اللہ ﷺ فاتبع القرآن ……۲۰

حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا تم رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی (قرآن) کی کتابت کرتے تھے۔ اس لیے اب قرآن کو یکجا کرنے کا کام کرو۔

اس روایت میں کتابت وحی کے سلسلے میں صرف زید بن ثابت کا ذکر آیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف وہی قرآن مجید کے کاتب تھے بلکہ ان کے علاوہ ایک پوری جماعت اس مبارک کام کو انجام دیتی رہی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی کتابت زید بن ثابتؓ کے علاوہ ایک پوری جماعت نے کی ہے۔ مکہ میں قرآن کا جو بھی حصہ نازل ہوا اس کی کتابت زید بن ثابت کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کی، کیوں کہ زید بن ثابت نے ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ میں اگرچہ زیادہ تر زید بن ثابتؓ وحی کی کتابت کرتے تھے، کیونکہ وہ اس کام کے لیے وقف تھے۔ مگر ان کی عدم موجودگی میں دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی وحی کی کتابت کی ہے۔ چنانچہ یہ بات معلوم ہے کہ زید بن ثابت سے پہلے ابی بن کعب نے وحی کی کتابت کی، بلکہ مدینہ میں پہلے کاتبِ وحی وہی تھے۔ اور مکہ میں پہلے کاتبِ وحی قریش کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے جو مرتد ہو گئے تھے مگر بعد میں پھر اسلام قبول کر لیا تھا۔ فی الجملہ کاتبان وحی میں خلفاء اربعہ کے علاوہ زبیر بن العوام، خالد اور ابان (یہ دونوں سعید بن العاص بن امیہ کے بیٹے ہیں) حنظلہ بن الربیع الأسدی، معیقیب بن ابی فاطمہ، عبداللہ بن الأرقم الزہری، شرحبیل بن حسنة اور عبداللہ بن رواحہ وغیرہ تھے''۔۲۱

حافظ ابن حجرؒ نے امام احمد بن حنبل، اصحابِ سنن ثلاثہ، ابن حبان اور حاکم کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جو وحی

نازل ہوتی تھی اس کی کتابت کی خدمت متعدد اصحاب انجام دیتے تھے۔ وہ روایت اس طرح ہے:

عن عثمان بن عفانؓ قال کان رسول الله ﷺ مما یاتی علیه الزمان ینزل علیه من السور ذوات العدد فکان اذا نزل علیه الشئ یدعو بعض من یکتب عنده، فیقول: ضعوا هذا فی السورة التی یذکر فیها کذا۔[۲۲]

حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ بعض اوقات نبی کریم ﷺ پر ایک ساتھ متعدد سورتیں نازل ہوتیں، پس جب کوئی چیز نازل ہوتی تو آپ کاتبانِ وحی میں سے کسی کو بلا کر کہتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھو۔

حفاظتِ قرآن کے تعلق سے کتابتِ وحی کا مکمل اہتمام کیا گیا تھا مگر اس کا مدار صرف کتابت پر نہیں تھا بلکہ حفظ بھی ایک اہم ذریعہ تھا جس کو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا۔ سینکڑوں صحابہ کرام تھے جو ''قرّ اء قرآن'' کے لقب سے مشہور تھے چنانچہ واقعۂ بئر معونہ میں ستر قرّ اء شہید ہوئے، جنگ یمامہ میں کثیر تعداد میں قراء کی شہادت کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ روایتوں میں آتا ہے کہ آپؐ نے بعض قبائل کو دین کی تعلیم دینے کے لیے متعدد قراء بھیجے۔ صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم سیکھنے اور اسے یاد رکھنے کا اتنا جذبہ وشوق تھا کہ ان میں اس بارے میں مسابقت ہوتی تھی کہ کون قرآن کا زیادہ حصہ یاد کرتا ہے۔ بعض عورتوں نے اپنی شادی میں مہر طے کیا کہ ان کا شوہر انھیں قرآن سکھا دے۔ غرض کہ صحابہ کرام نے قرآن کی حفاظت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ بعض صحابہ اس میں بہت ممتاز تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

خذوا القرآن من اربعة، من عبدالله ابن مسعود و سالم و معاذ و ابی بن کعب۔[۲۳]

چار اصحاب سے قرآن سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن مجید کے ممتاز عالم تھے۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں:

قال عبدالله ؓ والله الذی لا إله غیره، ما انزلت سورة من کتاب الله إلا أنا اعلم این انزلت، ولا انزلت آیة من کتاب الله إلا أنا أعلم فیمن انزلت، ولو اعلم احداً اعلم منی بکتاب الله تبلغه الابل لرکبت إلیه۔؁۲۴

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ قرآن کی کوئی سورت نازل نہیں ہوئی مگر مجھے علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور قرآن کی کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اگر میں جانتا ہوتا کہ قرآن کے بارے میں مجھ سے زیادہ کوئی علم رکھنے والا ہے اور وہ کسی دور دراز علاقے میں رہتا ہے جہاں تک اونٹ کی سواری پہنچ سکتی ہے تو میں ضرور اس تک پہنچ کر وہ علم حاصل کرتا۔

اسی ماخذ میں ایک دوسری روایت میں ابن مسعود سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زبانی ستّر سے زائد سورتیں یاد کیں اور باقی سورتیں آپؐ کے اصحاب سے سیکھی۔؁۲۵

علماء اسلام نے ان صحابہ کرام کے نام گنائے ہیں جن کو عہد نبویؐ میں پورا قرآن حفظ تھا۔ یا جنہوں نے اسے تحریری شکل میں جمع کیا تھا۔؁۲۶

صحابہ کرامؓ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کو بھی حفاظتِ قرآن کی فکر رہتی تھی۔ چنانچہ جب وحی کا نزول ہوتا تو آپؐ اس کو یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی دہرانے لگتے تھے جس سے آپ کو منع کر دیا گیا اور وعدہ کیا گیا کہ قرآن کی حفاظت اور اسے آپ کو یاد کرانا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل ہر سال رمضان میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ قرآن کا مذاکرہ و مدارسہ کرتے تھے۔ یعنی وہ قرآن کے نازل شدہ حصے کو پڑھ کر آں حضرتؐ کو سناتے تھے آخری سال حضرت جبرئیلؑ نے دوبار پڑھ کر سنایا تا کہ آپؐ کو پورا قرآن ازبر ہو جائے اور کسی آیت کے بھولنے کا ذرا بھی

امکان نہ رہ جائے۔ نیز سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کا صحیح تعین بھی ہو جائے۔ حضرت فاطمہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا:

ان جبرئیل کان یعارضنی بالقرآن کل سنة وإنه عارضنی العام مرتین ولا أراه إلا حضر اجلی۔[۲۷]

حضرت جبرئیل ہر سال (رمضان میں) ایک بار مجھے قرآن پڑھ کر سناتے تھے مگر امسال دو بار انھوں نے سنایا۔ اس سے مجھے خیال ہوتا ہے کہ اب میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اس روایت کی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دو بار پڑھ کر قرآن سنایا اور نبی کریم ﷺ نے بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا۔[۲۸]

جمع وتدوینِ قرآن - خلافت صدیقی میں

عہدِ نبویؐ میں قرآن کی حفاظت کا پورا اہتمام کیا گیا تھا مگر آپ ﷺ کی زندگی میں اس کو کتابی شکل میں یکجا نہیں کیا گیا، بلکہ آیاتِ قرآنی لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ اور مختلف اجزاء میں منتشر تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی نزول قرآن کا سلسلہ جاری تھا۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں یہ ممکن تھا نہ مناسب کہ نزول مکمل ہونے سے پہلے اجزاء قرآن کو یکجا کتابی صورت میں جمع کر دیا جاتا مگر جب آپؐ کی وفات ہوگئی تو اب اس کی ضرورت متقاضی ہوئی چنانچہ اس مبارک کام کو خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انجام دیا اور اجزاء قرآن جو مختلف اشیاء پر مکتوب اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھے ان کو ایک کتابی صورت میں جمع کر دیا اس کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک روایت میں موجود ہے۔ جس میں حضرت ابوبکر وعمر کی طرف سے جنگ یمامہ میں کثیر تعداد میں قراء قرآن کی شہادت پر تشویش کا اظہار، جمع قرآن کے تعلق سے ان کی فکرمندی اور قرآن کو کتابی صورت میں جمع کرنے سے متعلق حضرت زید بن ثابت سے مکالمہ اور ان کی آمادگی درج ہے۔ اس روایت کا آخری حصہ یہ ہے:

فتتبعت القرآن اجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت آخر سورة التوبة مع ابی خزیمة الانصاری لم اجدها مع احد غیره (لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم) (التوبة:۱۲۸) حتی خاتمة براءة فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاه الله، ثم عند عمر حیاته، ثم عند حفصة بنت عمر۔[۲۹]

چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو جمع کیا۔ یہاں تک کہ سورۂ توبہ کی آخری آیات (لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم) الخ ابوخزیمہ انصاری کے پاس ملیں یہ (لکھی ہوئی شکل میں) اور کسی کے پاس نہیں تھیں۔ پھر تیار کردہ صحف حضرت ابوبکر کے پاس رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا، ان کے بعد حضرت عمر کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس رہے۔

جمع وتدوینِ قرآن کے تعلق سے مذکورہ روایت انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اس مرحلہ میں جمع قرآن کی حقیقت کو جاننے کے لیے حضرت زید بن ثابت کے طریق کار کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں بعض نکات کی طرف سطور ذیل میں اشارے کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت زید بن ثابتؓ خود حافظ قرآن تھے۔ وہ اپنی یادداشت کی بنیاد پر بھی قرآن مجید کی جمع وتدوین کا کام کرسکتے تھے، ان کے علاوہ دیگر سیکڑوں حفاظ کرام سے مدد لے سکتے تھے، نیز نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں مکتوب یکجا مصاحف کی مدد سے بھی جمع وتدوین کا کام انجام پاسکتا تھا مگر انھوں نے احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے کسی ایک طریقہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ تمام ذرائع کو استعمال کیا اور اس وقت تک کوئی آیت زیر تدوین مصحف میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔

۲- نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کی جو آیات دیگر صحابہ کرامؓ سے اپنی نگرانی میں

لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابہ کرام کے پاس محفوظ تھیں۔ حضرت زید نے انھیں یکجا کیا۔ اس سلسلے میں اعلان عام کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس کوئی آیت تحریری شکل میں ہوا سے حضرت زید کے پاس لے آئے۔ جب کوئی شخص اس طرح کی کوئی آیت لے کر آتا تو اس کی اچھی طرح جانچ پرکھ کرلی جاتی چنانچہ اس سلسلے میں یہ شرط لگا دی گئی تھی کہ اس طرح کی کوئی تحریر دو گواہوں کے ساتھ ہی قبول کی جائے گی۔ یہ گواہی اس بات پر ہوتی تھی کہ متعلقہ آیت نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھی گئی ہے۔

۳۔ جمع و تدوین قرآن کی یہ ذمہ داری حضرت زید پر تنہا نہیں ڈالی گئی تھی، بلکہ حضرت عمرؓ کو بھی اس میں شریک کیا گیا تھا۔ روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کو مسجد کے دروازے پر بٹھا دیا اور لوگوں کو تحریری شکل میں موجود آیاتِ قرآنی لانے کا حکم دیا۔ گویا کوئی بھی آیت حضرت زید محض اپنے اختیار سے قرآن میں شامل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت عمرؓ کی اس پر توثیق ہوتی تھی اور دو گواہ پیش کیے جاتے تھے تب اس کا اندراج ہوتا تھا۔

۴۔ اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے لکھے ہوئے مختلف مجموعوں کا موازنہ کیا جاتا تھا اور ایک کی دوسرے سے تصدیق و توثیق کی جاتی تھی۔ یہ طریقہ محض غایت درجہ احتیاط کے پیش نظر اختیار کیا گیا تھا۔[۳۰]

اس طرح قرآن جو الگ الگ چیزوں میں مرقوم تھا بین الدفتین یکجا کیا گیا اور وہ خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ تک سرکاری نگرانی میں رہا، مگر ان کے انتقال کے بعد ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس آ گیا۔

جمع و تدوین قرآن – خلافت عثمانی میں

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں کافی وسیع ہوگئی تھیں پھر حضرت عثمانؓ کے عہد میں ان میں مزید وسعت پیدا ہوئی، جس سے نئے نئے علاقوں کے لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے، ان کی مادری زبان عربی نہ تھی مگر دین سیکھنے کے لیے قرآن پڑھنا ضروری تھا۔ یہ بات معلوم ہے کہ قرآن کو سات قراء توں کے ساتھ

پڑھنے کی اجازت تھی۔ نبی کریم ﷺ سے مختلف صحابہ کرامؓ اور ان سے ان کے تلامذہ نے قرآن کو مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس طرح قراءتوں کا یہ اختلاف مملکت اسلامیہ کے دور دراز علاقوں تک پہونچ گیا۔ اختلاف قراءات کی حقیقت سے لوگوں کی واقفیت بھی کم ہوتی گئی جس کی وجہ سے ان میں تنازعات پیدا ہونے لگے۔ بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے۔ بلکہ اس سے آگے آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر تک کرنے لگے ایسی صورت میں ضرورت تھی کہ قرآن کی ایسی تدوین کی جائے کہ یہ اختلاف ختم ہوں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے یہ فریضہ انجام دیا جس کی وجہ سے قراءتوں کے اختلافات ختم ہوگئے۔ اگر چہ وہ قراءتیں آج بھی متعارف ہیں، مگر مصحف ایک قراءت کے مطابق مرقوم ہے۔ اس واقعہ کا صحیح بخاری کی ایک روایت میں تفصیلاً ذکر ہوا ہے۔ ۳۱ حضرت عثمانؓ کی جمع وتدوین قرآن کے حوالے سے دوسری عظیم خدمت مصحف صدیقی کے متعدد نسخے تیار کرانے سے متعلق ہے جیسا کہ پچھلی سطور میں یہ بات آچکی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعہ سے ایک نسخہ تیار کرایا تھا جو ان کے پاس رہا پھر حضرت عمرؓ کے پاس اور ان کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس رہا۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے وہ نسخہ منگوایا اور اس سے مزید سات نسخے تیار کرائے اور ان کو مختلف علاقوں کے مراکز میں بھیج دیا گیا اور لوگوں کو اسی نسخے کے مطابق قراءت کرنے کی تاکید فرمادی۔ بلکہ دیگر نسخوں کی نذرِ آتش کردینے کی بات بھی روایتوں میں وارد ہے۔ ۳۲ ظاہر ہے کہ اب ان منتشر اجزاء کی ضرورت نہیں تھی جو متعدد صحابہ کے پاس موجود تھے۔ حضرت عثمان کی اس خدمت کو صحابہ کرامؓ نے استحسان کی نظر سے دیکھا اور تمام صحابہ کرام نے ان کی حمایت وتائید کی۔ اس بارے میں حضرت علیؓ کا یہ قول مشہور ہے:

لاتقولوا فی عثمان الا خیرا فواللہ مافعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملأمنا۔ ۳۳

حضرت عثمان کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوا نہ کہو کیوں کہ اللہ کی قسم انھوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں اور ہمارے مشورے سے کیا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو قرآن آج ہمارے پاس موجود ہے وہ وہی ہے جو حضرت محمد ﷺ پر اترا تھا اس میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوئی ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ ۳۴؎ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

القرآن المکتوب فی المصاحف فی شرق الارض وغربھا لایشکون ولا یختلفون فی ان محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب اتی بہٖ واخبر ان اللہ عز وجل اوحی بہٖ إلیہ وان من اتبعہ اخذہ عنہ کذلک ثم اخذ عن اولئک حتی بلغ الینا۔ ۳۵؎

جو قرآن مصاحف میں تحریری شکل میں موجود اور مشرق و مغرب میں رائج ہے اس کے بارے میں کسی کو کوئی شک اور اختلاف نہیں ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جسے حضرت محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب لے کر آئے اور ان کے بارے میں خبر دی کہ وہ ان پر اللہ عز وجل کی طرف سے وحی کیا گیا ہے۔ آپؐ کے اصحاب نے آپؐ سے یہی قرآن پایا اور ان کے بعد دوسرے لوگوں تک یہ منتقل ہوا۔ یہاں تک کہ ہم تک پہنچا۔

سنت کی محفوظیت

قرآن کی تشریح و توضیح سنتِ رسول سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ............(النحل:۴۴)

اور ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔

سنت کے بغیر شریعت کے احکام پر عمل ممکن نہیں۔ ایسی صورت میں یہ لازمی بات ہے کہ قرآن کی حفاظت کے ساتھ سنت کی حفاظت کا بھی ایسا اہتمام ہو کہ اس پر اعتماد قائم رہے اور اس پر عمل کرنے میں اطمینان حاصل ہو۔

سنت یا احادیث کی حفاظت کے تعلق سے ایک شبہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قرآن کی حفاظت بذریعہ کتابت کا جس طرح اہتمام فرمایا تھا اور اس کام کے لیے متعدد صحابہ کو متعین کیا تھا ایسا اہتمام آپ ؐ نے احادیث کی حفاظت کے تعلق سے نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؐ احادیث لکھنے سے منع کرتے تھے۔[۳۶]

اس شبہے جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی حفاظت کے لیے تحریر کی شرط کہاں سے ضروری قرار پا گئی، اگر ایسا ہوتا تو توریت وانجیل میں تحریف نہ ہوئی ہوتی، کیوں کہ ان کو یہود ونصاریٰ کے علماء لکھتے تھے۔ اس کے باوجود ان میں تحریف وتبدیلی واقع ہوئی۔ اگر کتابت محفوظیت کا واحد ذریعہ ہوتی تو ایسا نہ ہوتا۔ علماء نے محفوظیت کا جو بنیادی اصول بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ احادیث کے حاملین عادل وثقہ ہوں اور اپنے ہی جیسے ثقہ وعادل اشخاص تک ان کو منتقل کریں۔ صحابہ کرامؓ اور بعد کے رواۃ حدیث پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ احادیث کے منتقل کرنے والے انہی اوصاف سے متصف تھے۔ امام ابن تیمیہ صحابہ کرامؓ اور بعد کے رواۃ کی ثقاہت اور عدالت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے حدیث بیان کرنے میں سب سے زیادہ سچے ہیں ان کے بارے میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ان میں سے کسی نے کبھی آپ ؐ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی ہو، باوجود اس کے کہ ان سے بعض لغزشیں سرزد ہوئیں اور وہ گناہ سے معصوم نہیں تھے۔ نقد و جرح کرنے والوں نے ان کی بیان کردہ احادیث کو اچھی طرح جانچنے کے باوجود کسی کے بارے میں یہ نہیں پایا کہ کسی نے قصداً نبی کریم ﷺ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کردی ہو“۔[۳۷]

یہ صحابہ کرامؓ کی ثقاہت وعدالت کے بارے میں ابن تیمیہ کی شہادت تھی۔ ان کے بعد تابعین عظامؒ کا طبقہ آتا ہے ان کی ثقاہت و عدالت کو بھی علماءِ نقد و جرح نے پرکھا

ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔ امام موصوف آگے لکھتے ہیں:

''مکہ، مدینہ، شام اور بصرہ میں جتنے تابعین تھے ان میں سے کسی کا جھوٹا ہونا معروف نہیں ہے، لیکن غلطی سے کوئی انسان محفوظ نہیں ہے۔ اس بنا پر ان میں سے بعض کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اور بعض کے بارے میں اہل علم (اصحاب جرح وتعدیل) نے کلام کیا ہے۔ مگر یہ کلام ان کے حافظہ یعنی یادداشت کی کمی کے بارے میں ہے جس کی وجہ سے انھوں نے غلطی کی یا بھول گئے۔ ان میں سے کسی کے بارے میں عمداً جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے''۔ ۳۸

رواۃ حدیث کی ثقاہت وعدالت کے تسلسل کے حوالے سے امام موصوف لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کی حفاظت کا انتظام تھا کہ کسی طبقۂ رواۃ میں عمداً جھوٹ بولنے والے کی اللہ تعالیٰ نے پردہ دری کردی اور اس کا معاملہ لوگوں پر واضح ہو گیا۔ ۳۹

طبقات رواۃ اور سلسلۂ سند پر نظر ڈالنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ احادیثِ نبوی کی کیسی غیر معمولی حفاظت ہوئی ہے۔ رواۃ کے افادہ واستفادہ کا ایک مربوط ومضبوط سلسلہ ہے جس کے درمیان کہیں خلا نہیں ہے۔ امام موصوف طبقات رواۃ کے تسلسل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرا مقصد یہ ہے کہ میں علم کے طرق (یعنی دین خصوصاً احادیث ایک سے دوسرے تک پہونچنے کے ذرائع) کو واضح کردوں۔ خلفاء اربعہ کے بعد لوگوں نے جن صحابہ کرامؓ سے علم سیکھا ان میں ابی بن کعب، ابن مسعود، معاذ بن جبل، ابودرداء، زید بن ثابت، حذیفہ، عمران بن حصین، ابوموسیٰ، سلمان، عبداللہ بن سلام اور ان جیسے دوسرے اصحاب رسولؐ ہیں۔ پھر ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو، ابوسعید اور جابر بن عبداللہ وغیرہم ہیں۔'' ۴۰

یہاں صحابہٴ کرام کے تین طبقات کا ذکر ہے، اسی طرح تابعین عظام اور تبع تابعین کے بھی مختلف طبقات ہیں، ان کا تذکرہ امام موصوف نے یوں کیا ہے:

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین میں حدیثِ رسولؐ کے سیکھنے والے فقہاء کرام اور ان کے علاوہ دوسرے اصحاب علم ہیں۔ ان میں سعید بن المسیب، عروۃ بن الزبیر، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ، ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام، علی بن الحسین، خارجہ بن زید بن ثابت، سلیمان بن یسار، اسی طرح علقمہ، اسود، شریح القاضی، عبیدہ السلمانی، حسن البصری اور محمد بن سیرین اور ان جیسے دوسرے بہت سے لوگ ہیں۔ ان کے بعد کے طبقہ میں امام زہری، قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، مکحول الشامی، ایوب السختیانی، یحییٰ بن سعید الانصاری، یزید بن ابی حبیب المصری اور ان کے معاصرین ہیں۔ ان کے بعد کے طبقہ میں امام مالک، ثوری، حماد بن زید، حماد بن ابی سلمہ، لیث، اوزاعی، شعبہ، زائدہ، سفیان بن عیینہ وغیرہ آتے ہیں۔ ان کے بعد کے طبقہ میں یحییٰ القطان، عبدالرحمان بن مہدی، ابن المبارک، عبداللہ بن وہب، وکیع بن الجراح، اسماعیل بن علیہ، ہشیم بن بشیر، ابویوسف القاضی، امام شافعی، احمد بن حنبل، حمیدی، اسحاق ابن راہویہ، قاسم بن سلام، ابوثور، ابن معین، ابن المدینی، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوخثیمۃ زہیر بن حرب وغیرہ ہیں۔ ان کے بعد بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، ابوحاتم، عثمان بن سعید الدارمی، محمد بن مسلم بن وارہ، ابوبکر الأثرم، ابراہیم الحربی، بقی بن مخلد اندلسی اور محمد بن وضاح جیسے ائمہ حدیث ہیں۔ ان کے معاصرین میں عبدالرحمٰن النسائی، ترمذی، ابن خزیمہ، محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر الطبری، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد کے طبقہ میں ابوحاتم البستی، ابوبکر النجاد، ابوبکر النیساپوری، ابوالقاسم الطبرانی، ابوالشیخ الاصبہانی اور ابواحمد العسال الاصبہانی وغیرہ آتے ہیں۔ ان کے بعد ابوالحسن الدارقطنی، ابن مندہ، الحاکم، ابوعبداللہ، عبدالمغنی بن سعید اور ان جیسے بے شمار اشخاص ہیں، جنھوں نے حفاظت حدیث کی ذمہ داری اٹھائی، ان طبقات

کا ذکر کرنے کے بعد امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"یہ حضرات اور ان جیسے دیگر اصحاب علم رسول اللہ ﷺ کے احوال سے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ واقف تھے، اگرچہ ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے دوسروں سے زیادہ روایت کی ہے اور بعض کو احادیث کی صحت وضعف کا زیادہ علم ہے اور وہ متن حدیث کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ (یعنی ان میں ان پہلوؤں سے تفاوت ہے باوجود اس کے وہ احوال رسولؐ سے سب سے زیادہ واقف ہیں"۔[۱۸]

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حدیث کی تدوین تیسری صدی ہجری میں ہوئی اور اصحاب کتب ستہ خصوصاً امام بخاری ومسلم نے حدیث کی تدوین کی اگر یہ حضرات حدیث کی حفاظت کے لیے کھڑے نہ ہوتے تو آج حدیث باقی نہ رہتی۔ امام ابن تیمیہ اس شبہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کسی حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کی روایت بخاری ومسلم نے کی ہے یہ محض اس روایت کی صحت کی ایک علامت ہے نہ یہ کہ محض بخاری ومسلم کے روایت کرنے کی وجہ سے وہ صحیح ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بخاری ومسلم نے جن احادیث کی تخریج کی ہے ان کی روایت ان کے علاوہ بے شمار علماء ومحدثین نے کی ہے جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ کسی حدیث کی روایت کرنے میں وہ دونوں منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ ہر وہ حدیث جو انھوں نے روایت کی ہے ان سے پہلے، ان کے زمانے میں، اور ان کے بعد، کثیر تعداد میں لوگوں نے روایت کی ہے۔ اگر امام بخاری اور امام مسلم پیدا نہ ہوئے ہوتے تو بھی اس دین میں کوئی کمی نہ رہ جاتی کیونکہ ان کی روایت کردہ احادیث صحیح اسناد

کے ساتھ پہلے سے موجود تھیں۔''[۴۲]

حفاظتِ حدیث کے سلسلے میں محدّثین کرام کی کوششوں کو تمام قدیم و جدید علماء نے سراہا ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ عصر حاضر کے مشہور مفکر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے۔ لکھتے ہیں۔

''محدثین کرام نے عہد رسالت اور عہد صحابہ کے آثار و اخبار جمع کرنے اور ان کو چھانٹنے اور ان کی حفاظت کرنے میں وہ محنتیں کی ہیں جو دنیا کے کسی گروہ نے کسی دور کے حالات کے لیے نہیں کیں۔ انھوں نے احادیث کی تنقید و تنقیح کے لیے جو طریقے اختیار کیے وہ ایسے ہیں کہ کسی دور گذشتہ کے حالات کی تحقیق کے ان سے بہتر طریقے عقل انسانی نے آج تک دریافت نہیں کیے۔ تحقیق کے زیادہ سے زیادہ معتبر ذرائع جو انسان کے امکان میں ہیں، وہ سب اس گروہ نے استعمال کیے اور ایسی سختی کے ساتھ استعمال کیے ہیں کہ کسی دورِ تاریخ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ درحقیقت یہی چیز اس امر کا یقین دلاتی ہے کہ اس عظیم الشان خدمت میں اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق شامل رہی ہے اور جس خدا نے اپنی آخری کتاب کی حفاظت کا غیر معمولی انتظام کیا ہے اسی نے اپنے آخری نبی کے نقوشِ قدم اور آثارِ ہدایت کی حفاظت کے لیے بھی وہ انتظام کیا ہے جو اپنی نظیر آپ ہے۔''[۴۳]

حفاظتِ حدیث کے حوالے سے فن اسماء الرجال کی ایجاد ہوئی۔ اس کے تحت لاکھوں شخصیات کی سوانح محفوظ ہو گئی ہیں۔ اس کا اعتراف بعض غیر مسلم محققین نے بھی کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے معروف مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر کا یہ اعتراف نقل کیا ہے:

''نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری ہے نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔''[۴۴]

مسلمانوں کا یہی وہ زرّیں کارنامہ ہے جس کی بدولت نبی کریم ﷺ کے ارشادات عالیہ آج منقح صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں اور کسی بھی روایت کی صحت یا ضعف کا ہمیں پورا یقینی علم حاصل ہو جاتا ہے جس کی بنا پر ہمارے لیے شریعتِ اسلامیہ پر عمل پورے شرحِ صدر کے ساتھ ممکن ہے۔

حواشی و مراجع

١ مسلم کتاب الجنۃ، باب الصفات التی یعرف بہا فی الدنیا اہل الجنۃ واہل النار، ٧٢٠٧، مسند احمد: ١٦٢/٤

٢ شرح نووی علی صحیح مسلم، دار الریان للتراث قاہرہ، ١٩٨٧ء، ١٩٨/١٧، فمعناہ محفوظ فی الصدور لاتیطرق الیہ الذہاب، بل یبقی علی ممر الزمان۔

٣ مزید ملاحظہ کیجیے۔ البقرۃ: ١٥٩، آل عمران: ٧٨، النساء: ٤٢

٤ بحوالہ تفہیم القرآن ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ٤٦٤/٥ تفسیر سورۃ الصّف

٥ عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں ، عبدالوحید خان، مرکزی مکتبہ اسلامی، ص ١٢٥، بحوالہ لائف آف جسیس ، ١٦-١٧

٦ حوالہ سابق، ص ١٢٦

٧ الفصل فی الملل والاھواء والنحل، ابن حزم، ١١٧/١

٨ تفصیل کے لیے مطالعہ کیجیے محولہ بالا کتاب، صفحہ ١١٨ تا ٢٢٤

٩ الفصل فی الملل ٢٢٤/١

١٠ حوالہ سابق، ٢١٢/١، بائبل میں اغلاط، اختلافات اور تحریفات کے لیے ملاحظہ کیجیے ”اظہار الحق“ علامہ رحمت اللہ کیرانوی – اس کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ اردو ترجمہ ’بائبل سے قرآن تک‘ کے عنوان سے پاکستان سے شائع ہوا ہے۔ مترجم محمد اکبر سہارنپوری۔

١١ کتاب الہند للبیرونی، اردو ترجمہ سید اصغر علی، ترقی اردو بیورو

١٢ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید ، مطبوعہ طاہر سنسر اردو بازار کراچی، ۲۰۰۴ء، بحوالہ Anbash chndarawat, Reg- Vedic India

١٣ وید اور اس کی قدامت، اکبر شاہ نجیب آبادی، حواشی سید حامد علی، ص۲۹، بحوالہ The Cultural Heritage of India- V:1, P:3,4

١٤ حوالہ سابق، ص ٣٦

١٥ وید کا تعارف، محمد فاروق خاں ملخصاً ، ص۷-۱۰، وید میں موجود دیگر تضادات و تحریفات کی تفصیل کے لیے دیکھیے محولہ بالا کتاب۔

١٦ ژند کے معنی سنگِ چقماق کے ہیں۔جس سے آگ نکلتی ہے۔

١٧ پازند کے معنیٰ لوہے کی سیخ کے ہیں جس کو چقماق پر آگ نکالنے کے لیے ماری جاتی ہے پازند، ژند کی شرح ہے۔

١٨ رحمۃ للعالمین ، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، فرید بک ڈپو ، دہلی، ۱۹۹۹ء، ۲۷۳/۳

١٩ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب التثبت فی الحدیث

٢٠ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کاتب النبیؐ

٢١ فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، دارالمعرفۃ بیروت، ۲۲/۹

٢٢ ایضاً، ۲۲/۹

٢٣ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب النبیؐ

٢٤ بخاری، حوالہ سابق

٢٥ فتح الباری، ۴۸/۹

٢٦ اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری، کتاب فضائل القرآن ، ۹/ ۱۰-۵۰، الاتقان، ج۱/ ۵۷

٢٧ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ

۲۸ فتح الباری، ۹/ ۴۴

۲۹ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن

۳۰ اس پوری بحث کے لیے دیکھیے فتح الباری، ۹/ ۱۴، وبعد، الاتقان ۱۵/ ۵۷ وبعد

۳۱ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن

۳۲ حوالہ سابق

۳۳ فتح الباری، ۹/ ۱۸

۳۴ اردو میں جمع وتدوین قرآن کے موضوع پر بیش قیمت کتب موجود ہیں جیسے ملاحظہ کیجیے جمع وتدوین قرآن، سید صدیق حسن، دارالمصنفین اعظم گڑھ، تاریخ القرآن، مفتی عبداللطیف رحمانی، شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی، قرآن مجید، مولانا اسحاق بھٹی، اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور، ج ۱۶/ ۱، ص ۳۱۸، علوم القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند۔

۳۵ الفصل فی الملل والنحل، ۲/ ۸۱

۳۶ جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر، باب ذکر کراھۃ کتابۃ العلم وتخلیدہ فی الصحف

۳۷ منہاج السنۃ النبویۃ، ابن تیمیہ، ۲/ ۴۵۷، محقق ایڈیشن

۳۸ حوالہ سابق، ص ۴۵۹-۴۵۸

۳۹ حوالہ سابق، ص ۴۵۸

۴۰ حوالہ سابق، ص ۴۵۸

۴۱ منہاج السنۃ النبویۃ، ۷/ ۴۲۶-۴۲۸

۴۲ منہاج السنۃ النبویۃ، ۷/ ۲۱۵

۴۳ تفہیمات، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱/ ۳۵۴-۳۵۵

۴۴ سیرۃ النبیؐ شبلی نعمانی، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱/ ۳۹، دیکھیے حاشیہ نمبر ۱

☆☆☆